سلسلۂ اشاعت امامیہ مشن پاکستان رجسٹرڈ لاہور

نمبر ۱۲

# مادیّت کا علمی جائزہ



از قلم حقیقت رقم

سرکار سیّد العلماء علامہ علی نقی النقوی مجتہد العصر

مدظلہ العالی

قیمت ۳ر

محصولڈاک ار

# امامیہ مشن پاکستان رجسٹرڈ لاہور کی



بارہویں دینی خدمت "مادیت کا علمی جائزہ" پیش خدمت ہے۔ سب سے پہلا تحفہ جو مذہب کی طرف سے عالم انسانیت کیلئے پیش ہوا وہ خدائے واحد کا اقرار ہے۔ یہی وہ بنیاد ہے جس پر مذہب کی عمارت قائم ہے یہی وہ اصل اصول ہے جسکے اقرار و تسلیم کے بعد ہی انسانی شرف و کمال کی منزل شروع ہوتی ہے انسان کا ضمیر اسکی فطرت خدائے واحد کا اقرار کرنے کے لئے ہمہ وقت بےچین و بیقرار رہتے ہیں۔ ایمان باللہ کے بغیر اسکا وجدان کبھی تسکین نہیں پا سکتا۔ کیونکہ یہ وہ خلا ہے جسکو کوئی دوسری چیز ہرگز پورا نہیں کر سکتی مگر اس کے ساتھ ساتھ یہی وہ راز آشکارا ہے جسکا تعلق قیل و قال سے زیادہ کیف و حال سے ہے۔

مادیت کے پرستار تنہا انسانی عقل و فکر کے کمزور کندھوں پر خدا کے ثبوت کی گرانبار ذمہ داری ڈال کر ظلم عظیم کرتے ہیں۔ اسلئے کہ عقل کی جملہ توانائیاں تو صرف اس خبر پر منحصر ہیں جو حواس سے حاصل ہو اور جب مادی علم و استدلال کا تمام سرمایہ ہمارے اپنے جسم کے اندر کی روح پر کوئی علمی دلیل قائم کرنے سے قاصر ہے تو پھر خالق کل خدائے سبحان و قدوس کے وجود اقدس کے متعلق اس عقل کی رہنمائی پر کیونکر بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔ اس میدان میں فلسفے کے ان ظنی مفروضات سے کام نہیں چل سکتا جنکو بے علمی کے باعث "علم" کے نام سے پکارا جاتا ہے یہاں اس یقینی اور حقیقی علم کی رہنمائی سے منزل تک رسائی ہو سکتی ہے جو الہام و وحی کے مرکزوں سے ملتی ہے۔ مادیین کے ذہن و ضمیر میں اقرار خدا کیلئے جبلت و فطرت کی پوشیدہ تڑپ جو مسلسل بے چینیاں پیدا کرتی رہتی ہے اسکی تسکین کیلئے وہ ظنی مفروضے قائم کرنے کی کوشش میں رہتے ہیں۔ اور خدائے ان بیچاروں کی تسکین کا سامان فراہم کرتے رہتے ہیں۔ زیر نظر رسالہ میں ایسے تشکیک کے مادی دلائل کا جائزہ سرکار سید العلماء نے ایسے عارفانہ انداز سے فرمایا ہے کہ پڑھکر انسان وجد و کیف سے سرشار ہو جاتا ہے نظریہ توحید پر امامیہ مشن پاکستان کا یہ تیسرا رسالہ ہے قبل ازیں "خدا کا ثبوت" اور "آثار قدرت" شائع ہو کر مقبول خاص و عام ہو چکے ہیں۔ جو سرکار سید العلماء کی توجہ کا نتیجہ ہے۔ حق تعالےٰ اپنے دین کے اس رمز شناس کو کیل کو تادیر سلامت رکھے اور انکے فیوض علمیہ سے مسلمانوں کو مستفید ہونیکی سعادت سے نوازے۔ آمین بحق آل یاسین۔ مومنین پاکستان امامیہ مشن پاکستان کے گرانبہا علمی تبلیغی جواہر پاروں کی توسیع اشاعت میں اعانت فرما کر ممنون فرمائیں۔ فقط والسلام۔ جمعہ ربیع الثانی، خادم دین سید حسن علی شاہ کاظمی سیکرٹری امامیہ مشن پاکستان اردو بازار لاہور

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ۔ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡاَمِیۡنِ وَاٰلِہِ الطَّاہِرِیۡنَ۔

---

ایک طرف وجودِ خدا کے دلائل ہیں۔ دوسری طرف منکرینِ خدا کا سرمایہ کیا ہے؟ فقط لاعلمی۔

مادہ اور اس کے اجزاء کی ابتدائی ترکیب کو جس طرح وہ بتاتے ہیں، نہ انہوں نے خود آنکھ سے دیکھا ہے، نہ کسی دیکھنے والے کی شہادت اُن تک پہنچتی ہے۔

اُن کے بیانات کی حیثیت کیا ہے؟ صرف وجودِ باری کے دلائل کے بالمقابل ایک صورت امکانی کا پیش کرنا کہ شاید یہ صورت ہوئی ہو۔

اب اس پر بحث کرنے کے لئے ہمیں اس کی ضرورت نہیں کہ ہم مادہ کے وجود اور اُس کے ذرّات کے مبینہ تصادمات کا انکار کریں۔ بلکہ اہم سوال یہ ہے کہ کیا مادہ کے ان تغیّرات و تصادمات وغیرہ کے بعد پھر خدا کی ضرورت باقی نہیں رہتی؟

اسی پہلو پر بحث اس رسالہ کا نصب العین ہے۔ مادہ کے متعلق جو اُن کے مزعومات ہیں، ان کی کچھ کمزوریاں بھی ضمناً منظرِ عام پر آجائیں تو اور بات ہے۔



## موضوعِ بحث کی تشریح

فرض کیجئے کہ مادیّین مشاہدات کے ذریعہ سے مادہ کے اجزا اور اُن کے حرکات ہم کو آنکھوں سے دکھلا دیں (حالانکہ ایسا نہیں ہے) پھر بھی تو یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس مادہ سے مافوق کوئی با اختیار طاقت نہیں ہے۔ یہ مادہ کے اجزاء بہرحال وہ اجزاء ہو سکتے ہیں کہ جن سے کائنات عالم وجود میں آتی ہے۔ یہ وہ مشین کے پُرزے ہیں جو متحرک ہیں۔ لیکن ان کے حرکات سے جو چیزیں پیدا ہوتی ہیں وہ کسی عقل و حکمت کے ماتحت ہیں یا نہیں۔ اس کا اندازہ ان کے نظم و ترتیب سے ہو سکتا ہے اور جبکہ دُنیا کا نظم و ترتیب ہم کو ایک عظیم حکمت و دانش کا پتہ دے رہا ہے۔ تو ہم اس کے لئے ایک فاعل مختار ماننے پر مجبور ہیں۔ اس لئے ہمارے اور مادیّین کے درمیان جو چیز خطِ فاصل بنتی

ہے اور جہاں آکر بحث رکتی ہے وہ مادہ کا ثبوت اور اسکا ابطال نہیں ہے۔ بلکہ اس مادہ کا خلقت کائنات کے لئے کافی ہونا اور نہ ہونا یعنی وہ مادہ اور اس کے حرکات کو کافی قرار دیکر خالق سے بے نیاز بننا چاہتے ہیں اور ہم مادہ اور اس کے تغیرات کے ہوتے ہوئے بھی ایک خالق کے وجود کو ضروری سمجھتے ہیں۔ جو اپنی حکمت اور مصلحت کے ساتھ مادی اشیاء کو عالم وجود میں لائے۔



# مادیین کا مذہب اور اس پر تبصرہ

مادیین کا خیال ہے کہ دو چیزیں ہیں۔ مادہ اور قوت۔ ان ہی دو چیزوں کی بدولت تمام کائنات عالم وجود میں آئی ہے۔ مادہ کیا ہے؟ اسکی حقیقت میں بڑا اختلاف ہے اور اسکا سمجھنا بہت مشکل قرار دیا گیا ہے۔ بہرحال مادہ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ عالم میں اس طرح پھیلا ہوا ہے کہ ازل سے لیکر اس وقت تک نہ اس میں ایک رتی بھر اضافہ ہو سکا ہے اور نہ رتی بھر اس میں کمی ہوئی ہے بالکل ایک مقدار اور ایک درجہ پر وہ رہا ہے۔ جتنی چیزوں کو ہم دیکھتے ہیں کہ ان میں انقلاب پیدا ہوتا ہے۔ وہ فنا بھی

نہیں ہوتیں بلکہ صورت میں تبدیلی ہو جاتی ہے۔ آگ پر پانی کو رکھا، آگ نے جلادیا نظر کو محسوس ہوا کہ وہ فنا ہو گیا۔ مگر فنا نہیں ہوا جس وقت اس میں حرارت پہنچی تو وہ اڑ گیا۔ بھاپ بن کر۔ پانی کی صورت جاتی رہی، لیکن وہ اجزاء قائم ہیں۔ اسی طرح زمین میں بیج بویا وہ پتّی کی شکل میں نمودار ہوا۔ تو کیا کوئی نئی چیز عالمِ وجود میں آئی؟ نہیں! بلکہ وہ زمین کے اجزاء تھے جن میں قوت نامیہ نے سرایت کی اور وہ درخت کی شکل میں آ گئے کوئی نیا مادہ نہیں پیدا ہوا۔ مادہ ناقابلِ زوال ہے ازلی ہے۔ اور اس کے لئے کسی خالق کی ضرورت نہیں۔



قوت کیا ہے؟ وہ نام ہے اس حرکت کا جو مادہ کے اجزاء میں پائی جاتی ہے۔ حرکت کی دوسری تعبیر حرارت سے کی جاتی ہے۔ کیونکہ حرارت و حرکت لازم و ملزوم ہیں۔ یہ حرکت مادہ کے اجزاء میں جذب و دفع کے ماتحت ہوتی ہے۔ جذب و دفع مادہ کے ہر ذرّہ میں موجود ہے۔ اور یہی باعثِ حرکت ہے۔ حرکت سے ذرات میں اجتماع و افتراق پیدا ہوتا ہے۔ انہی سے مختلف اشیاء کا وجود ہوتا ہے۔

یہ مادیین کے نقطہ نظر کا خلاصہ ہے۔ مگر ان مادیین سے اگر ہم یہ دریافت کریں کہ مادہ کے ان ذرات کو تم نے دیکھا ہے تو اقرار کرنا پڑے گا کہ کوئی دوربین اور خوردبین ایسی نہیں جو ان ذرّات کے احساس میں ہمارے لئے کار آمد ثابت ہو۔ ایسی صورت میں ان کے وجود اور کیفیات کے متعلق حکم لگانا بالغیب نہیں تو اور کیا ہے؟



خیر اسے جانے دیجئے۔ یہاں یہ سوال بہت اہم ہے کہ جذب اور دفع کے معنی کیا ہیں؟ جذب یعنی دوسرے کو اپنی طرف کھینچنا۔ اور دفع یعنی دوسرے کو اپنے سے دور کرنا۔ جذب مناسبت طبعی کا نتیجہ ہوتا ہے اور دفع منافرت طبعی کا۔ لیکن ابتدائی ذرات مادہ کے طبیعت و ماہیت میں سب متحد ہیں تو اس لئے اس جذب و دفع کے لئے خود کوئی خارجی سبب ہونا چاہئے۔ جو ایک کو دوسرے سے قریب لائے اور تیسرے سے دور کرے۔

پھر قوت جس چیز کا نام ہے یعنی حرکت۔ وہ وجود و عدم کا مجموعہ ہے۔ غیر ثابت، بے قرار اور سیّال

طبیعت جس کا کوئی جزو آ نہیں سکتا۔ جب تک پہلا جزو رخصت نہ ہو جائے ۔۔ جتنی اس طرح کی چیزیں ہیں ان کا اجتماعی وجود ہمیشہ ایک موہوم حیثیت رکھتا ہے۔ ایسی کوئی چیز عقلاً قدیم یعنی لازوال نہیں ہو سکتی۔



اب ان دونوں چیزوں کو دیکھ لیجئے ۔ مادہ مبہم چیز جو بغیر کسی صورت کے قائم ہی نہیں ہو سکتا اور قوت وہ بے ثبات و بے قرار و موہوم ہستی ۔۔ ہر جزء اسکا حادث اور وہ خود مجموعۂ حوادث ۔ اس میں اتنا ہی نہیں ہے کہ ہر جزء کے ساتھ عدم کا پہلو شریک ہو۔ بلکہ اس کے ہر جزو کی علت نیستی ہے ۔ یعنی سابق جزء کا عدم باعث ہے۔ اپنے مابعد کے وجود کا ۔ کیونکہ اگر پہلے سے چیز اس جگہ تھی جہاں اب ہے تو حرکت کہاں ہوئی؟

اب اس حرکت کے مجموعی سلسلہ پر جب عقل نظر کرے تو یہی ماننا پڑے گا کہ اس کے پہلے عدم ضرور ہے ۔ کیونکہ لحاظ عدم کے بغیر حرکت کا تصور نہیں ہو سکتا۔ پھر وہ ہمیشہ سے موجود کیونکہ ہو سکتی ہے؟ ماننا پڑے گا کہ اس کے قبل کوئی ذات ہے جو مادہ کو بھی وجود میں لائی اور اس حرکت کو بھی، اس کو ہم خدا کہیں گے۔

اس کے بعد مادّیین کے سامنے یہ ایک بڑا قابل توجہ سوال ہے کہ کسی شے کی طبیعت کا تقاضا بدل نہیں سکتا - اور جو خاصۂ طبیعت ہو اس میں اختلاف نہیں ہو سکتا -



بے شک اگر اس خاصہ کے ظہور میں کسی امر خارجی کو دخل ہو جیسے پانی کا آگ سے جوش کھانا جس میں کچھ وقت کی ضرورت ہے کہ اتنی دیر وہ رہے تب گرم ہو گا - اس میں یہ تفریق ہو سکتی ہے کہ پانچ منٹ تک رہے تو نیم گرم ہو، دس منٹ میں گرم اور بیس منٹ میں کھولنے لگے اور آدھ گھنٹے میں اُبلنے لگے - اس میں یہ بھی امتیاز ہو سکتا ہے کہ آگ جن اجزا سے قریب ہے ان میں کچھ اثر پیدا ہو اور جن سے دور ہے ان میں دوسرا اثر ہو جیسے کھچڑی - چاولوں کی آنچ برابر سے نہیں پہنچی اس لئے کچھ پک گئے اور کچھ کچے رہ گئے - مگر مادی نقطۂ نظر سے تو ازل میں صرف مادہ تھا - اس میں یہ نہیں ہے کہ کچھ اجزاء پہلے پیدا ہوئے ہوں اور کچھ بعد کو - اور مادہ کے ذرات میں اختلاف حقیقت قطعاً نہیں - اس کا نتیجہ یہ ہونا چاہئے - کہ کائنات کے تمام ذرات کی طبیعت کا تقاضا بھی ایک ہو اور اس سے جو مخلوق وجود میں آئے وہ ایک ہی طرح کی ہو مثلاً ابتدائی منزل میں اگر مادہ کی طبیعت کا تقاضا تھا جماد

تو شروع میں پتھر ہی پتھر ہونا چاہئے ۔ وہ بھی ایک خاص رنگ اور ایک معین خاصیت ہی کے پھر جب ایک مدت مثلاً ایک لاکھ برس گزریں تو اگر ان کی طبیعت کے تقاضے سے ارتقا ہو تو ایک ہی رفتار سے سب پتھروں کو درخت بن جانا چاہئے ۔



اب پتھروں کا وجود باقی ہی نہیں رہنا چاہئے ۔ پھر جب یہ دور بھی مقتضی ہو اور گویا ابال مادہ کا اس درجہ پر پہنچے کہ حیوانات نمایاں ہوں تو پھر سب حیوان ہی ہوں، اور اسی طرح ایک وقت ایسا آئے کہ انسان ہی انسان دنیا میں ہو جائیں ۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے ۔ مادہ وہی ہے اس کے ذرات وہی ہیں ۔ لیکن کائنات بالکل مختلف ظاہر ہو رہی ہے پتھر بھی نمودار ہوتے ہیں، درخت بھی، حیوان بھی پیدا ہوتے ہیں اور انسان بھی ـــ یہ تنوع اس کی دلیل ہے کہ وہ غیر اختیاری خاصۂ طبیعت نہیں ہے بلکہ فاعل مختار کی ارادی صنعت ہے ۔ قوت جذب کے کرشمے ہمیں بھی معلوم ہیں ۔ پانی میں نمک گھلا ہوا ہو ۔ پھر پانی کو رکھ دیں تو نمک کے ذرے بیٹھنا شروع ہو جائیں گے اور ایک مستقل صورت پر اس کی سطحیں قائم ہوں گی، یہ نہ ہوگا کہ کہیں بلند ہو جائے اور کہیں پست ۔ بلکہ بالکل متوازن

صورت پر وہ ذرے بیٹھیں گے یہاں تک کہ اس سطح کو جو ان ذرّوں سے تیار ہوئی ہو۔ اگر کسی خوردبین سے دیکھا جائے تو صاف محسوس ہوگا کہ باریک ورق ہیں جو "یکے بالائے دیگرے" چڑھے ہوئے ہیں ایسے ہی وہ برف جو پہاڑوں کے اوپر گرتی ہے۔



چونکہ ہر ذرّہ میں قوت جذب ہے اور وہ سب میں مساوی طور پر ہے۔ لہٰذا اس سے حاصل شدہ سطح اونچی اور نیچی نہیں ہو سکتی پھر خواہ وہ بیٹھتا نمک ہو، گرتی ہوئی برف ہو اور خواہ فوارے نکلتا ہوا پانی۔ دریا کے تلاطم میں اٹھتی ہوئی اور لڑتی ہوئی موجیں، ان سب میں کوئی شکل و مقدار تو بہرحال لازمی طور پر ہوگی۔ مگر اس میں اغراض و مقاصد کا لحاظ ہو، ایسا نہیں ہے۔ یہ حرکت طبعی میں نہیں ہو سکتا۔ اغراض و مقاصد کا لحاظ تو فعل ارادی اختیاری ہی میں ہو سکتا ہے۔ کاتب کا قلم اس لحاظ سے چلتا ہے کہ اُسے کس طرح چلنا چاہیے اور مرتعش کا ہاتھ یہ سمجھ کر نہیں لرزتا کہ اسے کس طرح حرکت کرنا مناسب ہے۔



پھر کائنات عالم کے خصوصیات تخلیق میں جبکہ اغراض و مقاصد کا لحاظ مضمر ہے۔ نباتات میں ان کی مناسبت سے رگ و ریشہ

ہے اور حیوانات میں ان کے لحاظ سے عروق وشرائین ہیں۔ جس شے کی دُنیا میں زیادہ ضرورت ہے۔ وہ زیادہ پیدا کی گئی ہے۔ اور جس کی کم ضرورت ہے، کم پیدا کی گئی ہے۔ انسانی زندگی کے لئے سب سے زیادہ ضروری چیز ہوا ہے، تو ہوا سب سے زیادہ پیدا کی گئی ہے۔ کوئی جگہ ہوا سے خالی نہیں۔ یہاں تک کہ ہم ہوا سے بچنا بھی چاہیں تو ہوا ہمارا ساتھ نہ چھوڑے۔ پھر اس کے حاصل کرنے کے لئے نہ ڈول کی ضرورت نہ رسّی کی بلکہ خود ہمارے نظام حیات میں سانس کی آمد وشد فاسد اور صالح ہوا کی برآمد اور درآمد کا ذریعہ قرار دی گئی۔



دوسرے درجہ پر پانی چونکہ زیادہ ضروری ہے۔ اس لئے ہوا کے بعد دوسری تمام چیزوں سے زیادہ خلق کیا گیا اور کسی حد تک ذرائع کا محتاج تیسرے درجہ پر غذا ہے وہ زائد ذرائع کی محتاج ہے۔ سونا، چاندی اور جواہرات وغیرہ تقریباً بلاضرورت چیزیں تھیں۔ اس لئے نسبتاً بہت کم پیدا کی گئیں۔ ایسی ہی سینکڑوں تفریقیں دنیا میں قائم ہیں اور سب اغراض ومقاصد کے ماتحت ہیں۔ پھر ان کو فعل طبیعی کیونکر مانا جاسکتا ہے۔ یہ ماننا لازم ہے کہ وہ ارادہ واختیار کا نتیجہ ہیں۔

پھر اسی کائنات میں کچھ چیزیں ذی حیات ہیں۔ مادہ جو کہ خود ایک بے حیات چیز ہے ان چیزوں کا مبدا کیونکر مانا جائے؟

ممکن ہے غلطی سے اس مقام پر کسی ذہن میں اُن کیڑوں کا خیال آئے جو بہت سی چیزوں میں سڑ جانے کے بعد پیدا ہو جاتے ہیں۔ مگر موجودہ تحقیقات بتاتی ہے کہ یہ کیڑے ان اشیاء میں زندہ جراثیم ہی سے متولد ہوتے ہیں جو پہلے سے موجود ہوتے ہیں۔ اسی طرح انڈا ہماری ظاہری نگاہ میں ایک جماد چیز ہے مگر درحقیقت اس میں زندگی موجود ہوتی ہے اور وہی بچہ کی طرف منتقل ہوتی ہے۔ غرض کسی جگہ بھی غیر ذی حیات سے کوئی ذی حیات پیدا نہیں ہوتا۔



ایسی صورت میں مادہ کو خلقت کائنات کے لئے کیونکر کافی سمجھا جا سکتا ہے۔ بلکہ اس حیات کے لئے ایک ازلی مرکز حیات تسلیم کرنا پڑے گا۔ اس صورت میں قدیم تین چیزیں ہو جائیں گی:۔ مادہ، صورت اور حیات۔ حالانکہ مادیین اس کے قائل نہیں ہیں اور واقعہ یہ ہے کہ ازلی ان میں سے کوئی بھی نہیں ہے۔ بلکہ وہ قادر مطلق ذات ان سب کی خالق ہے جس نے مادہ کو بھی پیدا کیا صورت کو بھی اور جہاں چاہا حیات کا جوہر خلق فرمایا ہے حیات مادہ کا نہیں بلکہ اس کی قدرت کا کرشمہ ہے اور کچھ نہیں۔

نظام حیات کی حیرت انگیزی پر تیز روشنی مصر کے بڑے سائنسدان ڈاکٹر یعقوب صرف (متوفی ۱۹۲۷ء) کی اس تقریر سے پڑتی ہے جو مصر کے مجلّہ (المقتطف) میں شائع ہوئی تھی۔ انہوں نے کہا تھا کہ "کیمیاوی بحث و تحلیل کے بعد یہ خیال قائم کیا گیا ہے کہ حیوان و نبات و جماد تینوں قسم کے اجسام ایسے بے حس و شعور ذرات سے مرکب ہیں جن میں ذاتاً حیات و حرکت کا فقدان ہے اور کسی کیمیاوی طریقہ سے ان کا تجزیہ ممکن نہیں ہے۔ اسی لئے انہیں بسیط کہا جاتا ہے۔ لیکن اس موقع پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب یہ ذرات اپنی ذاتی حیثیت سے حیات و حرکت ارادیہ سے محروم ہیں تو نبات میں حیات اور حیوان میں اس کے ساتھ ساتھ حرکت ارادیہ کہاں سے پیدا ہوتی ہے۔ مثلاً گیہوں کی اصل فطرت میں ایک مادۂ حیات موجود ہے کہ جب اس کو مناسب زمین میں بو یا جائے اور خارجی حالات بھی موافق ہوں تو وہ مادۂ حیات اپنے کام میں مشغول ہو جاتا ہے۔ اور رفتہ رفتہ وہ حیات معرض فعلیت میں آکر گیہوں کے دانوں میں سرایت کر جاتی ہے اور تھوڑے دنوں میں نمو و تزاید کے برکات سے خاک کے پردہ کو چاک کرتی ہوئی بالیوں کی صورت میں ظاہر ہو کر ایک وسیع پیمانہ پر نوعِ بشری کے رزق کا سامان مہیّا کرتی ہے لیکن وہ گیہوں

جن کو بویا گیا ہے اگر از اوّل ایسے ہوں کہ جن میں طویل مدت گذرنے کے سبب قوتِ حیات فنا ہو چکی ہے۔ تو لاکھ قوتِ جاذبہ اطراف و جوانب سے رطوبت کو جذب کرے لیکن کبھی ان میں نمو و تزاید پیدا نہ ہوگا۔ اسی طرح ایک تازہ انڈے کو روئی کے پھایوں کے اندر ایک خاص مدت تک رکھا جائے تو وہ کمزور مخلوق جو اُن میں مضمر ہے اپنی قوتِ حیات کے باعث نمو پیدا کرکے کچھ ہی دنوں میں گوشت و پوست اور پر و بال سے آراستہ ہو کر ایک صحیح و سالم طائر کی صورت میں اپنی کال کوٹھڑی سے نکل کر ماں باپ کے پیچھے دوڑنے لگے گا۔ لیکن اسی انڈے کو کچھ زمانہ تک اگر کھلی جگہ پر ڈال دیا جائے تو یہاں تک کہ وہ مادۂ حیات جو اسکے اندر ہے فنا ہو جائے تو پھر لاکھ کوششیں صرف کی جائیں کبھی اس میں ایک طائر پیدا نہیں ہو سکتا۔ آخر یہ قوتِ زندگی کہاں سے آتی ہے۔ حیات کا بھید کیا ہے اور نمو و تزاید کن اسباب کا نتیجہ ہے؟

ڈاکٹر یعقوب صروف نے جن کے ساتھ اس تقریر کے موقع پر دواؤں کا کافی ذخیرہ موجود تھا۔ کہا:۔



دیکھئے! کربون ایک بسیط عنصر ہے جس کی مختلف شکلیں ہیں۔ جن میں سے مشہور کوئلہ ہے اور یہ سب کا سب آکسیجن میں مل جاتا ہے (ہاتھ میں ایک کوئلہ لے کر) یہ ایک ٹکڑا ہے اس کوئلہ کا جو بالکل جامد اور سیاہ

ہے۔ آکسیجن ایک لطیف عنصر ہے، ہوا کی صورت، میرے ہاتھ میں جو دو شیشے ہیں اُن میں ایک میں ہوا بھری ہوئی ہے اور دوسرے شیشہ میں آکسیجن ہے۔ ظاہری صورت میں یہ دونوں یکساں ہیں اور کوئی فرق نہیں لیکن خواص کی حیثیت سے ان دونوں میں بڑا فرق ہے جیسا کہ ذیل کے انکشافات سے آپ کو معلوم ہوگا۔ یہ کہکر موصوف نے ایک شمع روشن کی۔ اور اسکو ایک شیشہ کے اندر جو ہوا سے مملو تھا داخل کیا، اسکی روشنی دھیمی پڑ گئی اور ذرا دیر میں بجھ گئی۔ اُس کے متعلق تھوڑی سی تقریر کرنے کے بعد دوبارہ شمع روشن کی اور اس کو دوسرے شیشہ میں داخل کیا کہ جس میں آکسیجن بھرا ہوا تھا۔ اس شمع کی روشنی زیادہ ہو گئی اور لو بڑھ گئی۔ اسکے بعد ایک کوئلہ کے ٹکڑے میں اپنے سامنے کے چراغ سے آگ دینا چاہی بمشکل سے ایک گوشہ میں اسکے ذرا آگ لگی لیکن چراغ سے دھواں نکلنے کے بعد وہ آگ قریب تھا بجھ جاتے۔ فوراً اسکو آکسیجن والے شیشہ کے اندر داخل کیا۔ اس میں سے شعلے نکلنے لگے۔ اور نمایاں روشنی ظاہر ہوئی تیسری بار تھوڑی سی روئی ایک آہنی سلاخ میں لپیٹ کر اُس سے روشن کی اور آکسیجن کی بوتل میں اس کو داخل کیا۔ دفعتہً اسکی روشنی زیادہ ہو گئی۔



ان تجربوں کے واضح طور پر بیان کرنیکے بعد کہا کہ آپ حضرات کو

معلوم ہو گیا ہو گا کہ آکسیجن میں ذاتی طور پر خاصہ ہے کہ وہ آگ سے روشن اجسام کو قوت پہنچا کر ان کی روشنی اور اشتعال کو زیادہ کر دے۔ اگر موقع ہوتا تو میں آپ کے سامنے واضح کر دیتا کہ آکسیجن اکثر دیگر اجسام کے جلانے کی بھی قوت رکھتا ہے اگرچہ وہ بذات خود بارد ہو۔ ہیڈروجن بھی مثل آکسیجن کے شفاف عنصر ہے



لیکن اس سے زیادہ سبک ہے۔ اور اس کے خواص میں سے یہ ہے کہ آکسیجن کے ساتھ متحد ہونے کے بعد ان دونوں سے پانی پیدا ہو جاتا ہے، دُنیا میں جتنا پانی ہے خواہ وہ دریا میں ہو یا کنوؤں کے اندر یا ابر کے دامن میں ضرور ان دو عنصروں سے مرکب ہے۔ چوتھا عنصر نیٹروجن یہ بھی سابق دو عنصروں کے مثل شفاف اور لطیف ہے لیکن اسکے خواص اور آثار ان دونوں سے بالکل مختلف ہیں۔ یہ آکسیجن کے ساتھ متحد ہو جاتا ہے اور ان دونوں کے اتحاد سے سخت ترین تیزاب تیار ہوتا ہے جن میں سب سے زیادہ شدید وہ تیزاب ہے جو چاندی اور اکثر معادن کو گلا دیتا ہے اور جاندار اشیاء سے قوت حیات کو فنا کر دیتا ہے۔

سابق کے بیانات سے معلوم ہو چکا ہے کہ ذی حیات اجسام کے جراثیم ان ہی چار عنصروں سے مرکب ہیں۔ لیکن جب ان عناصر کے خواص و آثار پر نظر کی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ پہلی ہی مرتبہ اگر آکسیجن ہیڈروجن کے ساتھ متحد و مخلوط ہو جائے تو اس سے صرف پانی پیدا ہو سکتا ہے اور اس صورت میں نیٹروجن اور کربون بالکل بے نتیجہ رہ جائیں گے۔ اور اگر کربون آکسیجن کے ساتھ متحد ہو جائے تو اس میں بالکل جل کر ایک خاص قسم

کے زہر کی صورت اختیار کرلے گا۔ اسی طرح اگر کاربون اور ہیڈروجن میں اتحاد پیدا

ہو جائے تو ایک جل اٹھنے کے قابل مادّہ اس سے تیار ہو گا اور اگر کہیں نائٹروجن
اور آکسیجن میں اتحاد ہو گیا تو ایک سخت ترین تیزاب موجود ہو سکے گا۔ اب اگر ان
چاروں عناصر کو متحد کر دیا جائے۔ تب بھی مذکورۂ بالا اختیار کے سوا کسی چیز کا
حاصل ہو جانا ناممکن ہے۔ پانی ہو یا زہریلا گیس یا قابل اشتعال مادہ یا تیزاب
یہ سب روح حیات سے معرّا ہیں اور ان میں زندگی کا پتہ نہیں بلکہ اکثر ان
میں سے زندگی کے دشمن اور اس کو فنا کر دینے والے ہیں۔ پھر کون وہ ہستی
ہے جو قانون طبیعت کی مخالفت کرتے ہوئے ان چاروں عناصر کو ترکیب دیکر
ایک ذی حیات شے کو موجود کر دیتی ہے اور ہمیشہ اس کے نظام ترکیبی کی نگہداشت
کرتے ہوئے اس کے شیرازہ کو منتشر ہونے سے روکتی رہتی ہے کہ جس کے
سبب سے اسکی ترکیب میں خلل نہیں واقع ہوتا اور جو اصول مقرر کر دیا گیا ہے
اس سے یکسر متجاوز نہیں ہوتا اور کون وہ ہے جس نے ان ذرات
کو اتنی قوت عطا کر دی ہے کہ وہ نبات میں نبات، طائروں میں طائر، انسان
میں انسان کی تخلیق کر سکیں اور کون ان کے اعمال کی نگہداشت کرتا ہے
کہ کبھی اس میں غلطی نہیں ہوتی۔ جبکہ فلسفہ نے طے کر دیا ہے کہ یہ ذرات ذاتاً
یکساں ہیں۔ اور ان کی ترکیب بھی تمام اقسام حیوان و نبات میں ایک ہی طرح پر
ہے۔ پھر اگر ارادۂ خداوندی اس نظام میں تفریق کا ذمہ دار نہ ہو تو جسم کے ذرات
کو کون روک سکتا ہے اس سے کہ وہ صرف گوشت کی تکوین کریں۔ اسوقت
پورا جسم گوشت کا بن جائیگا کہ جس میں ہڈی کا پتہ نہیں یا صرف ہڈی کی خلقت

ہو کہ تمام جسم صرف ہڈی کا بن جائے جس میں گوشت کا نشان نہ ہو یا صرف خون پیدا ہو اور پورا جسم ایک خون کا ٹکڑا بن جائے جو کچھ ہی دن بعد متعفن ہو کر دور دور کے لوگوں کو اذیت پہنچانے لگے کیونکہ فلسفی تحقیقات نے ان جراثیم کے طبعی خصوصیات کو متحد بتایا ہے پھر ان کے تاثیرات میں گوناگوں اختلاف کیا معنی رکھتا ہے۔ تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ پورا نظام ایک مقتدر مصلحت بیں خالق کے ہاتھ میں ہے جو تمام عناصر و جراثیم کو اپنے ارادہ کے مطابق ترتیب دیتا، حرکت میں لاتا اور موجود رکھتا ہے۔

حیات اجسام کا مسئلہ اتنا غامض ہے جہاں عقل ششدر اور حیران رہ جاتی ہے یہ اجسام کہ جن میں حیات و ارادہ یا تنہا حیات ودیعت رکھی گئی ہے۔ کیمیاوی ذرائع سے ان کی تحلیل کر ڈالیے اور موجودہ فلسفہ عملیات کے تمام بہترین آلات سے ان کے شیرازہ کو منتشر کر دیجئے تو چاروں عنصر بسیط ہو کر علیحدہ علیحدہ ہو جائیں گے مگر وہ حیات کہ جو اس مجموعہ میں پائی جاتی تھی مفقود ہو جائیگی اور یہ عناصر مثل دیگر جمادات کے بے حس اور جامد ہو جائیں گے۔ پھر اگر دنیا کے تمام ذرائع صرف کر دیئے جائیں اس کوشش میں کہ یہ عناصر جس طرح پہلے تھے اسی طرح دوبارہ ترکیب دیئے جائیں تو یہ امر دشوار بلکہ محال ہے۔ عناصر سب موجود ہیں مگر وہ حیات کہ جو ان میں مضمر تھی تحلیل کے بعد بالکل مفقود ہو گئی اور اس کا نشان تک گی۔ مردہ اشیاء اور اجسام میں ہمیں سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ یہ ان میں کس طرح قائم تھی اور اب کہاں چلی گئی۔

کیمیاوی آلات و ذرائع یہاں پہنچکر ساتھ چھوڑ دیتے ہیں اور سرانداختہ ہو کر شکست کا اعتراف کرتے ہیں۔ اب انسان مجبور ہے کہ دوسرے قسم کے

اسباب تحقیق کی طرف رجوع کرتا ہے تو اس راز کے معلوم کرنے کے لئے (ذرہ بین) چھوٹی چیزوں کو بڑا کر کے دکھلانے والے آلہ سے بہتر کوئی چیز نظر نہیں آتی



یہ وہ آلہ ہے جس کے ذریعہ سے موجودہ زمانہ میں فلسفہ طبیعیات کے بڑے بڑے مشکل ترین مسائل حل کر دیئے گئے ہیں جن تک فکر انسانی پہنچنے سے قاصر تھی۔ اس آلہ کی صنعت اس کمال کی حد تک پہنچی ہے کہ ایک چھوٹی سے چھوٹی چیز ہزار ہزار درجہ بڑی ہو کر نظر آنے لگتی ہے۔ یقیناً حکماء طبیعیات کے لئے اس سے بہتر راز حیات کے دریافت کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ ان کو مجبور ہو کر اسکے دامن میں پناہ لینا پڑی تو یہ نتیجہ نکلا کہ ان تمام اجسام کے اندر جن میں حیات ودیعت رکھی گئی ہے ایسے چھوٹے چھوٹے کیڑے موجود ہیں جو انتہائی باریک شفاف اور رنگ سے خالی ہیں۔ لیکن طاقتور ترین آلات مکبرہ سے طویل زمانہ تک غور کے بعد بھی ان کیڑوں میں اعضاء نظر نہیں آئے اور نہ ان کی شکل تمام اقسام نبات وحیوان میں یکساں دکھلائی دی۔ ہاں یہ دیکھا گیا کہ یہ کیڑے برابر متحرک ہیں اور ایک لحظہ بھی ساکن نہیں ہوتے اور مستقل طور پر خارجی ذیحیات عناصر کا استفادہ کر کے ان کو ایسے محیر العقول طریقہ سے ذیحیات بنا دیتے ہیں جس کا آج تک علمی دنیا کو انکشاف نہ ہو سکا۔ پھر ان سے باریک خطوط اعصاب، شریان، استخوان یا عضلات کی صورت میں پیدا ہو کر ایک جال اعصاب وشرائین وغیرہ کا پھیل جاتا ہے۔ لیکن اس صورت سے کہ جو کیڑے استخواں بنانے کا کام کرتے ہیں۔ وہ اعصاب کی طرف رخ نہ کرینگے اور اسی طرح جو جراثیم درخت میں برگ کی ایجاد کرنے والے ہیں کبھی ثمر کی صورت نہیں پیدا کرتے اور اسی پر تمام

اجزائے نبات کا قیاس کرنا چاہئے۔ لیکن حیرت کی اس وقت انتہا نہیں رہتی جب علمی تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ برگ وگل، شاخ و ثمر اور حیوانات میں گوشت پوست و شرائین و عروق کے مادی اجزاء تمام اقسام نباتات و حیوانات میں یکساں ہیں اور حیات کے ہر دور میں یکساں طور پر باقی رہتے ہیں اور اکثر جو خارجی غذا ان مواد تک پہنچتی ہے وہ بھی متحد ہے مگر باوجود اس کے عجیب نظام قائم ہے کہ بعض جراثیم دوسرے جراثیم کے عمل میں کوئی مزاحمت و دخل اندازی نہیں کرتے اور تقسیم عمل کے کام کو ایک منظم قانون کے ماتحت انجام دے رہے ہیں۔ جس کے نتیجہ میں ایک پورا درخت یا حیوان پیدا ہو جاتا ہے۔ پھر جب یہ کیڑے اعضاء کی خلقت کو تمام کر دیتے ہیں تو ان کو چھوڑ کر علیحدہ نہیں ہو جاتے۔ بلکہ خود مختلف حصوں میں تقسیم ہو کر گوشت و پوست اور برگ و ثمر میں منتشر ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ جسم کے ہر ہر چپہ میں پھیلے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اور کوئی حصہ جسم کا اگرچہ وہ اس کا ہزارواں جزو کیوں نہ ہو ان سے خالی نہیں ہے۔ اور یہ امر بھی یقینی ہے کہ ان کیڑوں کی پیدائش بالعموم میں کچھ ذی حیات کیڑوں سے ہوتی ہے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان تمام کیڑوں میں حیات کہاں سے آئی ہے اور آس پاس کے غیر ذی حیات مواد پر یہ حیات کا فیضان کس طرح کرتے ہیں اور کس اصول کی بناء پر یہ بعد میں کثیر حصوں میں منقسم ہو کر منتشر ہو جاتے ہیں اور کس عنوان سے پوری باریک بینی اور امتیاز کے ساتھ تقسیم عمل کے فرض کو انجام دے کر مختلف النوع اجزائے بدن کی تشکیل میں حصہ لیتے ہیں۔ باوجودیکہ انکی حقیقت، ماہیت اور خواص سب یکساں ہیں یہاں پہنچکر تمام خداوندان حکمت کو سر عجز خم کر دینا پڑتا ہے اور اعلان کرنا پڑتا ہے

کہ بیشک ہم رازِ حیات کو نہیں سمجھے اور اسرارِ زندگی کا دریافت کرنا ہمارے بس

کی بات نہیں ہے۔ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ حیات ان کیڑوں کا لازمِ ذاتی

ہے کیونکہ موت کے بعد ان ہی کیڑوں سے حیات رخصت ہوجاتی ہے

بلکہ ماننا پڑے گا کہ حیات ان میں ایک خارجی عرض ہے جو کسی مبدا فیاض

سے اُن کو عطا ہوتا ہے اور پھر سلب کرلیا جاتا ہے۔ یقیناً اس سے یہ نتیجہ

نکلتا ہے کہ حیات کسی قدرتی تخلیق و ایجاد کی ممنونِ احسان ہے۔ اور

"معلول کے لئے علت" کے اصول پر ذی حیات اشیاء کی زندگی ایک



حی و قادر و حکیم کے وجود کی گواہ ہے۔

خدائی نظامِ قدرت کے انکار کرنے والے بہت کوششوں سے ایسی چند

نادر مثالوں کے دریافت کرنے کی زحمت اٹھاتے ہیں۔ جہاں کچھ عجیب

غریب اتفاقات پیش آگئے ہیں یا غیر طبیعی صورتیں پیدا ہوگئی ہیں جہاں کوئی جزو زیادہ ہو

گیا ہے یا کوئی جزو کم۔ ان تمام چیزوں کو پیش کیا جاتا ہے۔ اس ثبوت میں

کہ یہ دنیا کسی قادر و دانشمند کی کارکردگی کا نتیجہ نہیں ہے۔

مگر حقیقتہً یہ ایک "تنکے کا سہارا ہے ڈوبنے والے کے سامنے" اس

لئے کہ مادہ کے متحد الطبیعتہ ہونے کی جو دلیل پیش کی جاچکی ہے اس

کی بناء پر اس دنیا میں مختلف چیزوں کی ایک دوسرے سے علیحدہ

کوئی نظام قائم ہی نہیں ہونا چاہیئے تاکہ اس کی بناء پر کوئی شے غیر طبیعی

قرار پائے۔ مذکورہ صورتوں کا غیر طبیعی کہا جانا خود دلیل ہے اس کی کہ کلیہ

پھر ایک نظام کے جاری ہونے کے ساتھ اس کے خلاف صورتوں کا بھی کبھی کبھی رونما ہو جانا تو مادیت کے خلاف خود ایک دلیل کا اضافہ کرتا ہے وہ یوں کہ اگر مادہ کے تمام اجزاء تمام اشیاء میں طبیعت و حقیقت کے لحاظ سے بالکل متحد ہیں تب تو کائنات میں کوئی اختلاف ہونا ہی نہ چاہئے تھا اور یہ نظام ہی نہیں قائم ہونا چاہئے اور اگر ایسا ہے کہ ہر شے کے ذرات اپنی طبیعت و خاصیت کے لحاظ سے ذاتی طور پر اسی شے کی تشکیل کر سکتے ہیں۔ دوسرے کی نہیں تو اس کے خلاف صورت کبھی پیدا ہی نہیں ہونا چاہئے اسے ناممکن ہونا چاہئے اور ناممکن بات شاذ و نادر طریقہ سے بھی واقع نہیں ہو سکتی۔

اس لئے مذکورۂ بالا مثالیں بھی خدا کے وجود کی ایک دلیل ہیں اور انہیں اسی قادر و خلاق ہستی کے مظاہر قدرت کا ایک نمونہ سمجھنا چاہئے۔ والسلام علی نقی النقوی

# تمام شد

پچاس روپے

امامیہ مشن پاکستان کا شائع کردہ لٹریچر علمی اور روحانی ذوق کی آبیاری کرتا ہے۔ مبلغ ۵۰/ رکنیت دوامی کی فیس ادا کر کے عمر بھر جملہ مطبوعات مفت بلا طلب حاصل کیجئے

سید حسن علی شاہ کاظمی سکریٹری امامیہ مشن پاکستان لاہور